Studybeesofficial

Where Minds Pollinate

Class 9

اردو

نظم: جاوید کے نام

NOTES

Follow Our Socials

studybeesofficial

studybeesofficialpak

studybeesofficialpak

نظم: "جاوید کے نام" از اقبالؒ

شعر نمبر 1

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر

نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

علامہ اقبال نے خود فرمایا ہے کہ نظم "جاوید کے نام" اس موقع پر لکھی گئی جب جاوید کے ہاتھ کا پہلا خط انہیں لندن میں ملا۔ اس نظم میں مخاطب اگرچہ جاوید اقبال ہیں۔ لیکن اصل میں یہ تمام مسلمان نوجوان کے لیے ایک ضروری پیغام ہے جس میں انہیں گراں قدر نصیحتیں کی گئی ہیں اور سچی اسلامی تربیت کا راستہ بتایا گیا ہے۔

☆مشکل الفاظ کے معانی:

دیار۔ شہر فلک۔، دیار عشق کی زمیں / عشق کی دنیا

مقام پیدا کرنا۔ بلند مرتبہ حاصل کرنا

☆تشریح:

بظاہر اس نظم میں اقبال اپنے بیٹے سے خطاب کر رہے ہیں لیکن بباطن اس کا اطلاق تمام فرزندان ملت پر ہوتا ہے کیونکہ اقبال ملتِ اسلامیہ کے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کسی بھی قوم کا ایک بڑا اثاثہ اُس قوم کے نوجوان ہوتے ہیں جنھوں نے اُس قوم کی تقدیر بدلنی ہوتی ہے اِس لیے اقبال کے کلام کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو اقبال زیادہ تر ملتِ اسلامیہ کے نوجوان سے مخاطب ہیں اور اپنے افکار و خیالات کا وارث گردانتے ہیں۔

Studybeesofficial

تشریح طلب شعر میں اقبال فرماتے ہیں کہ اے جاوید! اگر خدا تجھے توفیق عطا کرے تو اُس کے عشق میں اپنا خاص مقام اور رتبہ پیدا کر کے حیات جاوید حاصل کر لے۔ اگر تو نے یہ راستہ اختیار کر لیا تو یقیناً تجھ میں صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ تو دُنیا میں انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔ ایک اور جگہ اقبال نوجوانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا

ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

علامہ اقبال کے نظام افکار میں تخلیقِ آدم نو کو بہت اہمیت حاصل ہے اُن کے پیغام کی غایت یہی ہے کہ مسلمان میں قوت پیدا ہو جائے کہ وہ ایک نیا زمانہ اور نئی دنیا پیدا کر سکے اس سے اقبال کا طلب یہ ہے کہ جس طرح سرکارِ دو عالم صلعم نے نئی دنیا پیدا کر دی، دنیا میں بڑا انقلاب برپا کر دیا اُسی طرح حضور ﷺ کے غلام بھی حضور ﷺ کے نقش قدم پر چل کر دُنیا میں انقلاب برپا کریں اور وہ انقلاب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمان دُنیا کو جو اس وقت تاریکی میں غرق ہے اسے قرآن حکیم کی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔

شعر نمبر 2۔

خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو

سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر

☆ مشکل الفاظ کے معانی:

دل فطرت شناس۔ فطرت کو پہچاننے والا دل

Studypeesofficial

☆سکوت۔ خاموشی،   کلام کرنا۔ بات چیت کرنا

☆تشریح:

تشریح طلب شعر میں اقبال جاوید سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے جاوید! اگر خدا تجھے مطالعہ فطرت کا ذوق عطا کرے تو تجھے لالہ و گل سے اُس کی ہستی کا ثبوت مِل سکتا ہے سکوتِ لالہ و گل سے کلام میں صنعتِ تضاد پائی جاتی ہے اور یہ ایک دلکش انداز ہے۔ اس بات کے کہنے کا مقصد یہ کہ اگرچہ لالہ و گل زباں نہیں رکھتے لیکن اگر کوئی فطرت شناس ان کی بناوٹ پر غور کرلے تو وہ زبان حال سے خالق و صانع کائنات کے وجود پر گواہی دیں گے۔ اکبر الہ آبادی نے اس حقیقت کو یوں قلم بند کیا ہے:

صاف آئے گی نظر صانعِ عالم کی جھلک

سامنے کچھ نہ رکھ آئینہ فطرت کے سوا

قرآن مجید فرقانِ مجید میں اس حقیقت کے بارے میں ہے کہ "عقل والوں کے لیے واضح نشانیاں ہیں"۔ اور اس میں کوئی شک کی گنجائش باقی نہیں کائنات کی جس چیز پر انسان غور کرے اُسے خالق کائنات کی نشانیاں ملتی ہیں کہ کوئی ایسی قدرت رکھنے والی ذات موجود جو اس نظام ہستی کو چلا رہی ہے۔

دراصل اقبال اس چیز سے بخوبی واقف ہیں کہ فطرت شناس لوگ معرفت الٰہی اور قربت الٰہی کے حامل ہوتے ہیں اس لیے اقبال اپنے جاوید یعنی اپنے مسلم نوجوان کے لیے فطرت شناس دل کے خواہاں ہیں۔ جوش ملیح آبادی لکھتے ہیں کہ:

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوتِ حق کے لیے

اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

Studybeesofficial

شعر نمبر 3۔

اٹھانہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں

سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر

مشکل الفاظ کے معانی:

شیشہ گراں:۔۔۔۔شیشہ بنانے والے (مراد ہے اہل فرنگ جن کے اصول شیشے کی مانند ٹوٹ جاتے ہیں)

فرنگ۔۔۔۔مراد انگریز حکمران سفال۔۔مٹی کا برتن، سفال ہند۔۔۔ہندوستاں کی مٹی (مراد ہندوستان کی تہذیب)،

میناو جام۔۔صراحی اور پیالہ (مراد اپنے ملک کا سیاسی، ملی اور مذہبی شعور)

تشریح:۔

تشریح طلب شعر میں اقبال اپنے بیٹے جاوید اور مسلم اُمہ کے نوجوانوں سے مخاطب ہیں اور فرماتے ہیں کہ شیشہ گران فرنگ کے اپنے اوپر احسان مت لو یعنی شیشہ گرانِ فرنگ سے یورپ کی وہ قومیں مراد ہیں جو عیاری و مکاری میں شہرہ آفاق ہیں۔ شیشہ گر کے لغوی معنی ہیں کانچ کے برتن بنانے والا۔اقبال نے اس لفظ کو اقوام مغرب کے لیے استعمال کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان قوموں کے اصول زندگی پائیدار نہیں ہیں نیز ان کے معاہدے کانچ کے برتنوں کی طرح کمزور اور ناقابل اعتماد ہیں ان کے علوم و فنون اور خیالات میں بھی پختگی اور افادیت نہیں پائی جاتی۔غرض یہ کہ اقبال کی یہ اصطلاح مغربی اقوام کی پوری زندگی پر غالب آسکتی ہے۔احسان نہ اٹھانے سے اقبال کی مراد یہ ہے کہ ان کی تہذیب اور ان کی معاشرت اختیار مت کرو ان کے افکار و خیالات کو مت قبول کرو۔ جو علوم و فنون انہوں نے ایجاد کیے ہیں ان کو بیشک حاصل کر سکتے ہو مگر ان اقوام کی تقلید مت کرو۔ایک اور جگہ اقبال لکھتے ہیں

Studybeesofficial

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالین ہیں ایرانی

لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

دوسرے مصرعے میں اقبال فرماتے ہیں اگر اپنی ملت اور اپنے ملک کی بہتری چاہتے ہو تو بجائے فرنگیوں کی تقلید کے اپنے مذہبی شعور کو بروئے کار لاؤ اور اپنی ہندوستانی تہذیب و معاشرت سے فائدہ اٹھاؤ وہ آپ کے حق میں بہتر ہے کیونکہ اقبال بخوبی جانتے ہیں کہ مغرب کی تہذیب سوائے دھوکے اور سراب کے کچھ نہیں اور کھوکھلی اور ناپائیدار ہے۔

وہی جہاں ہے تیرا جس کو تو کرے پیدا

یہ سنگ و خشت نہیں، جو تری نگاہ میں ہے

شعر نمبر 4:۔

میں شاخِ تاک ہوں، میری غزل ہے میرا ثمر

مرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر

مشکل الفاظ کے معانی:

شاخ تاک۔۔۔انگور کی بیل کی ٹہنی،

غزل۔۔۔شاعری، ثمر۔۔۔ پھل، مئے لالہ فام۔۔۔ سرخ رنگ کی شراب

تشریح:

تشریح طلب شعر میں اقبال نے اپنے فرزندِ جگر پیوند کی وساطت سے نوجوانانِ ملت سے مخاطب ہیں کہ میں انگور کی بیل ہوں اور میری غزل یعنی شاعری ہی میرا پھل ہے۔ تو میرے اس پھل سے اپنے لیے لالہ جیسی سُرخ شراب تیار

Studybeesofficial

کرے۔ علامہ اقبال نے اپنے آپ کو انگور کی بیل سے اور اپنے کلام کو خوشۂ انگور سے تشبیہ دی ہے اور نوجوانانِ ملت کو یہ پیغام دیا ہے کہ اس خوشہ سے "مئے لالہ فام" پیدا کر، مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے کلام میں جو اسرار و رموز بیان کیے ہیں ان کی معرفت حاصل کر کے پوری طرح ذہن نشین کرو، ان پر کاربند ہو جاؤ اور یوں اپنے اندر مذہبی، ملی اور سیاسی شعور پیدا کرو۔

جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے

مرا عشق میری نظر بخش دے

اسی طرح اقبال ایک اور جگہ خدائے مطلق سے نوجوانوں کے لیے دعا کرتے ہیں کہ :

جوانوں کو مری آہِ سحر دے

پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے

خدایا آرزو میری یہی ہے

مرا نورِ بصیرت عام کر دے

غرض یہ کہ اقبال نوجوانانِ ملت کو پیغام دیتے ہیں کہ اگر سرخ شراب کی طرح خالص بننا چاہتے ہو تو میرے کلام اور شاعری میں چھپے مذہبی، سیاسی اور ملی اسرار و رُموز کو سمجھو تب تم وقت کی ضرورت کے مطابق انسانِ کامل بن سکتے ہو۔

شعر نمبر 6:

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے

خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

Studybeesofficial

مشکل الفاظ کے معانی:

طریق۔۔۔۔ طور طریقے،۔۔۔ میری۔۔۔ بادشاہی

فقیری۔۔ مراد درویشی،۔۔ نام پیدا کرنا۔۔ شہرت اور ناموری حاصل کرنا

تشریح:

تشریح طلب شعر میں اقبال اپنے جاوید اور نوجوانانِ ملت اسلامیہ سے مخاطب ہیں کہ میرا زندگی گزارنے کا طور طریقہ امیری نہیں، درویشی ہے۔ تو بھی اس طریقے کو اپنا کر اپنی زندگی کا مقصد بنا لے اور اپنی خودداری نہ بیچ بلکہ غریبی ہی میں نام پیدا کر۔ تیری خودداری تیرے لیے عظمت و شہرت کا باعث بنے گی۔

مطلب انسان عزت اور شہرت ہی حاصل کرنے کے لیے اپنی خودی بیچتا ہے اور اس کے عوض دولت حاصل کر کے اپنا مقصد یعنی شہرت حاصل کرتا ہے۔

اقبال کہتے ہیں کہ اگر انسان ہمت اور استقلال سے کام لے تو غریبی میں بھی نام پیدا کیا جا سکتا ہے لہٰذا نام پیدا کرنے کے لیے ضمیر فروشی کی ضرورت نہیں۔

بقول اقبال:

خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض

نہیں شعلہ دیتے شرر کے عوض

Studybeesofficial

سچ تو یہ ہے کہ اقبال نے اس شعر میں قوموں کے عروج کا فلسفہ بیان کر دیا ہے۔اقبال کے مطابق وہ قوم کبھی سربلند نہیں ہو سکتی جس کے افراد خود فروشی کے مرض میں مبتلا ہوں۔اسی لیے ایک اور جگہ اقبال نوجوانوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ:

تیری زندگی اسی سے، تری آبرو اسی سے

جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو روسیاہی

Studybeesofficial